اسلام وسائنس

مولانا عبدالرؤف جھنڈانگری (نیپال)

نظام کائنات میں انسان کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا

انسان خواہ زمین پر رہے یا چاند پر یا دوسرے سیاروں پر پہونچ جائے وہ کسی حال میں بھی خدائی انتظام یا کائنات کی بنیادی مشینری میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا اور فطری وطبعی قوانین کو بدل نہیں سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ صاف صاف فرماتا ہے:

وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا (سورۂ فرقان)

اور اس نے ہر چیز پیدا کی اور ہر چیز کا فطری ضابطہ مقرر کیا

دوسری جگہ ارشاد ہے:

رَبُّنَا الَّذِي أَعْطَىٰ كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهُ ثُمَّ هَدَىٰ (سورہ طٰہٰ)

یعنی ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی مخصوص نوعی ساخت عطا کی پھر اس کو اپنے مخصوص ضابطہ پر چلنے کی توفیق دی۔

اس لحاظ سے انسان خدا کے مقرر کردہ فطری حدود وضوابط میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا مثلاً وہ ہواؤں کا رخ نہیں موڑ سکتا۔ بارش و بادلوں کے نظام کو نہیں بدل سکتا۔ دن ورات کے نظام میں کوئی تبدیلی نہیں لاسکتا۔ پروٹین اور کاربوہائڈ کے علاوہ کسی دوسری چیز

(جمادات وغیرہ) کو غذا نہیں بنا سکتا، آکسیجن سے خالی کسی فضا میں سانس نہیں لے سکتا خواہ یہ فضا حقیقی ہو یا مصنوعی، غرض خلاقِ عالم اور حکیم مطلق نے جس چیز کا جو ضابطہ مقرر کیا ہے انسان اس کو کسی حال میں توڑ نہیں سکتا خواہ وہ زمین پر رہے یا چاند وستاروں پر پہونچ جائے صرف انسان ہی رہے گا، کبھی خدا ورب نہیں بن جائے گا۔ اس سے مقصد انسان کو یہ احساس دلانا مقصود ہے کہ وہ در اصل کسی اور بالاتر ہستی کی قلمرو سلطنت میں رہتا ہے اور وہ اتنا عاجز و درماندہ ہے کہ کسی چیز پر اس کا زور اور بس نہیں چل سکتا ہے یا بلفظ دگر انسان ہر حال میں انسان ہے اور ہمیشہ انسان رہے گا خدا نہیں بن سکے گا اکبر الہ آبادی مرحوم نے کیا خوب لکھا ہے ؎

مذہب کبھی سائنس کو سجدہ نہ کرے گا
انسان اڑے بھی تو خدا ہو نہیں سکتا

سائنس اور اسلام میں کوئی تصادم نہیں

سائنس اور مذہب میں کوئی تصادم نہیں ہے کیونکہ

(۱) سائنس نظام کائنات میں غور و فکر اور مظاہر کائنات کی تحقیق و تفتیش کا نام ہے۔ کیمسٹری اور علم کیمیا میں مادہ اور تمام اشیاء کی بناوٹ و ساخت و ترکیب سے بحث کی جاتی ہے۔

(۲) فزکس (طبعیات) میں اشیاء کائنات میں پائی جانے والی قوتوں مثلاً حرارت روشنی آواز کے اصولوں پر غور و خوض کر کے ان توانائیوں کے اثرات مادہ پر دکھائے جاتے ہیں۔

(۳) بیالوجی۔ حیاتیات میں حیوانات و نباتات کی ساخت پرداخت اور زندگی کے خصائص و لوازمات زیر بحث لائے جاتے ہیں۔

(۴) جیالوجی (علم جمادات) میں زمین کے نیچے پائی جانے والی اشیاء مثلاً مٹی کی مختلف قسموں اور چٹانوں کے مختلف پرتوں وغیرہ پر روشنی ڈالی جاتی ہے۔

(۵) آسٹرالوجی یعنی فلکیات اور فلکی طبیعات میں ستاروں اور سیاروں کے نظام کہکشاں

مادہ سے انسان کی پیدائش و موت کے اصول و ضوابط سے بحث کی جاتی ہے۔ غرض یہ کہ سائنس کے کسی شعبہ میں کوئی چیز ایسی نہیں جو بنی نوع انسان کے قلبی سکون و راحت کو پامال کرنے والی ہو سائنس محض کائنات اور نظام کائنات کے حقیقت پسندانہ اور غیر جانبدارانہ تنقید و جائزہ اور نقد و نظر کا نام ہے آج سائنس کی تحقیقات اکتشافات ہی کی بدولت قرآن کی آفاقی و انفسی دلائل دین متین (اسلام) کے ابدی اصول و حقائق کے روپ میں جلوہ گر ہو رہے ہیں۔

(برہان فروری ۷۴ء)

بایں ہمہ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو سائنس جدید کے اکتشافات سے مرعوب ہو کر قرآن اور اسلام بیزاری کا اظہار کرنے میں کچھ تکلف نہیں کرتے چنانچہ ابھی کشمیر کے ایک ہفت روزہ رسالہ "ترجمان الحق" میں ایک صاحب کا ایک عجیب اعتراض شائع ہوا ہے ہم اس کو مع جواب کے یہاں نقل کر رہے ہیں۔

سائنس جدید کے اکتشافات سے مرعوب انسان کا ایک اعتراض اور اس کا معقول جواب

معترض نے بڑے زعم کے ساتھ لکھا ہے کہ سچی بات تو یہ ہے کہ مذہب کی چولیں پوری طرح ہل گئی ہیں۔ آپ قرآن کی روشنی میں ذرا یہی فرمائیں کہ چاند پر نماز کیسے ادا ہو گی؟ اور نماز کا نظام الاوقات کیا ہو گا؟ نمازی رو بہ کعبہ کیسے ہوں گے؟ حج کیسے کیا جائے گا؟ اور خود خلائی جہاز کے مسافر نماز کا کیا کریں گے؟ شریعت کے تو سارے ضابطوں کے بخیے اُدھیڑ دیے گئے۔

آپ اور علماء حضرات قرآن سے سورۂ رحمٰن کی مشہور آیت پڑھ پڑھ کر کہتے رہے ہیں کہ انسان زمین چھوڑ کر کبھی خلا میں جا ہی نہیں سکتے لیکن یہ حادثہ تو ہو ہی گیا۔ میں تو قرآن مجید چوم چام کر چند برس پہلے اسے بالائے طاق رکھ کر فارغ ہو گیا ہوں ویسے

آپ حضرات کے عزم وہمت کی داد دیتا ہوں کہ اس دور میں بھی آپ خدا پر ایمان رکھنے کے موقف پر ڈٹے ہوئے ہیں۔ سچ کہا ہے غالب نے ع

وفاداری بشرط استواری اصل ایماں ہے

اعتراض کا جواب دنیا میں ایسے مذہب ہوں گے جن کی بنیاد چاند کے سفر سے ڈھے گئی ہوگی اور آپ اس پر خوش ہوں گے۔ ہمیں ہمدردی محسوس ہوتی ہے لیکن آپ فکر نہ کریں، رہا نماز روزہ کا مسئلہ تو تعجب ہے کہ اس معاملہ میں عقلیت کہاں چلی جاتی ہے کہ وہ اس بارے میں کوئی صورت حال کیوں متعین نہیں کرسکتی۔ میں پوچھتا ہوں کہ کھانے اور سونے اور جاگنے کا نظام کیسے چلے گا ان کے اوقات کیسے متعین ہوں گے؟ اسی طرح نمازوں روزوں کے لئے غیر معمولی حالات میں ایسے ہی وقفوں پر لائحہ عمل بن جائے گا جیسے اب رائج ہیں۔ آپ چاند پر جائیں گے نہ صرف یہ کہ گھڑیاں ساتھ لے جائیں گے بلکہ زمین سے رابطہ قائم رہے گا؟ مزید یہ کہ جدید وسائل ایسے ہیں کہ کعبۃ اللہ تک کی اذان اور نماز کی آواز تک سنی جائے گی کہ اب فلاں وقت کی اذان اور نماز ہورہی ہے۔

واضح رہے کہ اس بارے میں احادیث میں ایک توضیح پہلے سے موجود ہے جبکہ پوچھنے والوں نے پوچھا کہ قیامت کے قریب جب زمین سے آفتاب کا فاصلہ اور اس کی گردشِ رفتار بدل جائے گی تو نمازیں کیسے پڑھی جائیں گی۔ حضورؐ نے جواب میں فرمایا کہ یہ امور اندازے سے انجام پائیں گے۔ یہی جواب جس طرح قطب شمالی اور قطب جنوبی کے لئے کافی ہے۔ اسی طرح آج چاند ستاروں میں جانے کے لئے بھی مکمل ہے۔

چند اسلامی حقائق سائنس کے اکتشافات سے مرعوب ہونے والے حضرات کو چند اصولی باتیں ہمیشہ پیش نظر رکھنی چاہئیں۔

(۱) اولاً یہ کہ قرآن پاک اصولاً طبیعات (کیمسٹری) اور ارضیات، فلکیات وغیرہ کے موضوع کی کتاب نہیں ہے وہ انسان کی اخلاق و تہذیبی زندگی کے لئے ایک رہنما کتاب ہے۔ اس میں کچھ مظاہر قدرت یا طبعی اور سماوی حقائق کا ضمناً تذکرہ اگر کیا گیا ہے تو اس حیثیت سے کہ یہ سب خدا کی ہستی اور اس کی صفات اور قرآن کے اساسی عقائد کے حق میں آیات و علامات ہیں ان چیزوں کا تذکرہ سائنس کے موضوع پر مرتب شدہ کتاب کی حیثیت میں نہیں کیا گیا ہے۔

ہمارے یہاں کچھ لوگوں نے قرآن کی شان و عظمت پر اظہار عقیدت کرتے ہوئے یہ نکتہ اٹھا دیا کہ قرآن تمام علوم پر حاوی ہے۔ بس اب کیا تھا جہاں کہیں اعداد یا تقسیم میراث کے احکام کو دیکھا تو کہا گیا کہ قرآن میں علم ریاضی درج ہے، جہاں مچھلیوں کا بیان ہوا ہے تو کہا گیا کہ دیکھئے علم سمکیات کا بیان ہے جہاں تاروں کا ذکر کیا گیا۔ تو کہا گیا کہ یہ علم ہیئت و نجوم کی بحث ہے۔ بارش، ہواؤں اور تخلیق کائنات کے متعلق جو اجمالی ارشادات موجود ہیں ان کی بنا پر کہا گیا ہے کہ دیکھئے سائنس کے بہت سے ابواب مدون کر دیئے گئے ہیں یہاں تک کہ مغرب کا ملحدانہ نظریہ ارتقاء تک برآمد کر لیا گیا ہے۔ چاند تک انسان کی رسائی ہو جانے سے اب یہ ثابت کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ اس واقعہ کے متعلق قرآن ہزاروں سال پہلے سب کچھ بتا چکا ہے۔

سوال یہ ہے کہ اگر وہ نہ بتا چکا ہوتا تو بحیثیت مذہبی کتاب کے ہدایت کی اس میں کون سی کمی رہ جاتی ہے۔ آخر ایجاد و انکشافات کے سامنے آنے پر قرآن کھولے کھولے ہم کیوں دکھاتے پھریں کہ ان ایجادات و انکشافات کا پیشگی بیان ہمارے پاس موجود ہے۔

(۲) دوم یہ کہ اسلام کا سائنس یا دیگر مغربی علوم سے کوئی تصادم نہیں ہے۔ وہ ٹریکٹر سے کام لینے کو اسی طرح صحیح سمجھتا ہے جیسے کہ بیلوں سے ہل چلانے کو۔ وہ ریل و

ہوائی جہاز پر سفر کرنے کو اسی طرح قبول کرتا ہے جیسے گھوڑوں اور اونٹوں سے ۔ وہ توپوں اور راکٹوں اور دیگر جنگی قوتوں کو وہی حیثیت دیتا ہے جو ایک دور میں تیر و شمشیر کو حاصل تھی ۔ ذرائع و وسائل کی ترقی اسلام کے نہ کسی اصول کے خلاف ہے نہ اس کے مزاج کے خلاف، بلکہ جب لوگ کبھی اسلام کے سچے علمبردار تھے تو وہ موجد و صناع بھی تھے ۔

(۳) سوئم یہ کہ بروئے قرآن جب انسان کو خدا نے اپنا خلیفہ و نائب بناکر اور اپنے علم و عقل کی طاقتوں سے مسلح کر کے دنیا اور اس کے تمام ذرائع و وسائل کو اس کے لئے متاع قرار دیا اور اسے تصرف کا حق دیا تو اصولاً سائنسی علم کا فروغ ایک طرح سے مشیت کا تقاضہ ٹھہرا ۔ اس اصولی حیثیت کے ہوتے ہوئے اس امر کی ضرورت نہیں رہتی کہ ہر سائنسی ایجاد و انکشافات کے لئے قرآن کی کسی نہ کسی آیت میں سے ضرور سراغ نکالا جائے کہ یہ سرِّ مخفی ہمارے یہاں پہلے ہی سے موجود ہے ۔

(۴) چہارم تمام اہل قلم اور اہل خطابت کو اسے پیش نظر رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم میں سخّر لکم کے الفاظ دیکھ کر انسان کو تسخیر فطرت کا فاعل بنالینا صحیح نہیں ہے ۔ قرآن میں کہیں بھی تسخیر کے معنی یہ نہیں ہیں کہ خدا نے اپنی ارضی و سماوی مخلوق کی باگ ڈور انسانوں کے حوالہ کر دی ہے کہ وہ ان کے لئے خود حسب منشا قوانین و ضوابط بنا لے اور خود ہی جیسے چاہے استعمال میں لائے ۔

سخّر لکم سے ایسا مفہوم سرے سے لغوی طور پر ہی غلط ہے ۔ سخّر لکم کے معنی ہیں کہ اللہ نے اپنے قابو میں رکھتے ہوئے موجودات اشیاء اور چاند تاروں کو انسانوں کے فائدے آرام پہونچانے میں لگا دیا ہے مثلاً جب سورج، چاند، دریاؤں اور پہاڑوں اور دن و رات کی تسخیر کا بیان آیا ہے تو یہ معنی نہیں ہوتے کہ ان چیزوں کو خدا نے اپنے اقتدار سے نکال کر انسانی اقتدار میں دیدیا کہ ان کے ساتھ جو چاہو کرو ۔ البتہ ایک پہلو ضرور

واضح ہے۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جن قوانین کے تحت موجودات قائم ہیں اور برسر عمل ہیں اور اس نے جو خواص ان میں رکھے ہیں ان کی تحقیقات اور ان کے علم ہی سے اُن سے فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے یا فائدہ اٹھانے میں اضافہ کیا جا سکتا ہے یا ان کی ضرر رسانی سے بچا جا سکتا ہے۔ مسخرات کی شاہد یہ حقیقت بھی ہے کہ ٹھیک وہی ذرائع اور قوانین جن کے اثر و تاثیر کو دریافت کر کے انسان ان سے فائدہ و آرام و طاقت حاصل کرتا ہے عین وہی چیزیں کسی لمحہ قانون ربّی کی ذرا سی خلاف ورزی ہو جانے پر جوابًا نہایت درجہ مہلک اور ضرر رساں ثابت ہوتی ہیں۔ آگ سے لے کر بجلی تک اور بھاپ سے لے کر اسٹیم تک جس قوت کو بھی آپ لیں وہ ایک طرف ہماری خدمت میں لگی ہوئی ہے دوسری طرف اس خدمت کا یکایک ایسا خراج وصول کرتی ہے کہ انسان بے بس ہو کر رہ جاتا ہے۔ یہی گاڑیاں جو ہمیں اپنی گود میں لئے دوڑتی پھرتی ہیں کبھی کبھی لاکھوں جانوں کے لئے پیغام اجل بنتی ہیں۔ بجلی جو ہمارے صدہا کام چلاتی ہے جب الٹ پڑتی ہے تو تباہی کا سامان بن جاتی ہے۔ پانی کے ڈیم اور دریا جو آبپاشی کے کام آتے ہیں وہ کبھی کبھی جب مقررہ حدود و قیود کو توڑتے ہیں تو میلوں کے رقبوں کو ویران کر کے رکھ دیتے ہیں۔ وہی اسباب، وہی دولت، وہی خوشحالی جس کے نشے میں برسوں ایک قوم سرشار رہ کر عیش و عشرت کرتی ہے، قوانین ربّی کا ذرا سا اشارہ انھیں جنگوں اور خونی تصادموں کی جہنم بھڑکانے کا ذریعہ بنا دیتا ہے تو اب اس کے معنی ہوئے کہ رشتۂ اسباب پوری طرح کبھی بھی انسان کے ہاتھ میں نہیں آتا بلکہ خدا کی بالاتر قوت ہی کے ہاتھ میں رہتا ہے۔ وہ جتنی فائدہ اٹھانے کی جتنی گنجائش اپنے قوانین کے تحت جب تک چاہے دیے رہتی ہے اور جب اس کا اشارہ ہو ہوا، پانی، بجلی، آگ کوئی بھی چیز وجہ مصیبت بن جاتی ہے۔ پس تمام موجودات اللہ کے امر کی مسخر ہیں، اللہ کے قبضے اور اس کی گرفت میں ہیں، اس کے قوانین میں جکڑی ہیں اور ہمارے لئے وہ اس حد تک ذریعہ افادیت ہوتی ہیں جس حد

تک اللہ کا اذن ہو اور جس حد تک ہم قوانین ربی کا علم حاصل کر کے اس کے مطابق استفادہ کی کوشش کریں گے۔

(۵) پنجم یہ کہ سورہ رحمٰن کی زیربحث مشہور آیت کا مفہوم کیا ہے۔ اس مفہوم کے تعین کے لئے سلسلۂ کلام کو دیکھنا ضروری ہے۔ سیاق و سباق دونوں کے درمیان آیۃ یٰبنی ۳۲ کو رکھ کر دیکھیں، مطلب صاف ہے اللہ پاک کا فرمان ہے کہ قوت خداوندی اور قدرت خداوندی کے جو شواہد تمھارے سامنے رکھے گئے ہیں ان کے ہوتے ہوئے خدا سے سرکشی کرنے اور نافرمانی کی زندگی گزارنے کے بعد یہ ممکن نہیں ہے کہ تم اس کی گرفت سے نکل بھاگو یعنی اس کی سلطنت کائنات ارض و سما کے حدود سے نکل کر تم کسی ایسے آزاد علاقے میں نہیں جا سکتے جہاں خدا کا بس نہ چلتا ہو اور تم اس کی سزا سے چھوٹ نکلو۔ اِلَّا بِسُلْطَان کہنے کا مطلب ایسا ہی ہے جیسے کوئی فرمانروا کسی مجرم سے یہ کہے کہ تم میرے حدود سلطنت سے خود ہی میرے پروانہ راہداری کے بغیر کہیں نکل کر نہیں جا سکتے یا یہ کہ ویسے ہی برابر کی قوت چاہئے جیسے کہ میری ہے۔ یہ گویا سخت انتباہ کا انداز ہے پھر اس کے متصل ہی کہا جاتا ہے کہ اگر خدا کی طرف سے تم پر شعلہ و رعد کا طوفان ٹوٹ پڑے تو تم اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے تم بالکل بے بس ہو۔ اب غلطی اس کے سمجھنے میں یہ ہو رہی ہے کہ آدمی اقطار السموات والارض سے سائنسی قوت حاصل کر کے نکل سکتا ہے حالانکہ وہ ابھی چاند جیسے ہمسایہ تک ہی پہونچا ہے۔ وہ اگر مریخ، مشتری، عطارد، زحل کو بھی چھان ڈالے تو بھی کسی حال میں بھی اقطار السموات والارض بلفظ دیگر خدائی سلطنت اور اس کے قانون کی گرفت سے باہر نہیں جا سکتا۔

(ترجمان الحق ہفت روزہ کشمیر ۱۵ر جون ۱۹۷۳ء)

یہ ایسی حقیقت ہے جو ہر حقیقت پسند کے لئے بالکل بے غبار ہے۔ خلاصہ کلام یہ ہے کہ سائنس سے حد درجہ مرعوب ہو کر خدا و قرآن سے ایسے بے نیازی و بیزاری

نااہلی فہم ہے۔ خداشناس حضرات ایسے واہیات باہی خیالات سے ذرا بھی بد دل نہیں ہوتے بلکہ یورپ زدہ لوگوں سے کہتے ہیں ؎

اسیر عذر لنگی وسعت صحرا چہ می دانی
تو اے گرد تو ہم شوکت دریا چہ می دانی

سائنس کے انکشافات و ترقیات سے خداشناس عارف باللہ نہ کبھی مرعوب ہوا ہے نہ ہوگا اور نہ کسی پریشانی میں گرفتار ہوگا۔ چاند، سورج، ستاروں، کہکشاؤں کے بنانے والے خالق کائنات فاطر السمٰوات والارض کے سامنے ان ترقیات و تخلیقات کی حقیقت ہی کیا ہے۔

ماہرین فلکیات نے لکھا ہے کہ جس کہکشاں میں ہماری زمین واقع ہے وہ اس قدر وسیع ہے کہ روشنی کو اس کہکشاں کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہونچنے میں تین لاکھ برس لگتے ہیں جبکہ روشنی کی شرح رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سکنڈ ہے اسی سے کہکشاں کی وسعت وعظمت کا اندازہ کیجیے کہ انسان کے موجودہ محدود علم کے مطابق ایک کھرب کہکشاں کائنات میں موجود ہیں۔ (برہان دہلی فروری ۱۹۸۰ء)

اب خدا کی کائنات کی وسعت در وسعت، عظمت در عظمت اور اس کی ان عظیم الشان تخلیقات کے سامنے انسان کی معلومات مشین داجن کی حقیقت و بساط ہی کیا ہے۔

(باقی آئندہ)